9۔ مکتوبات غالب

مرزا اسداللہ خان غالب (1797ء۔1869ء)

تعارف: مرزا غالب ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام مرزا اسداللہ بیگ خان تھا اور عرف مرزا نوشہ تھا۔ آپ کے والد کا نام مرزا عبداللہ بیگ خان تھا۔ غالب کے دادا مرزا قوقان بیگ خان سمرقند سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ غالب کا ایک بھائی مرزا یوسف خان تھا اور بہن چھوٹی خانم تھیں۔ ان کے والد حیدرآباد دکن میں سو سواروں کے کماندار تھے۔ وہ راج گڑھ کی جنگ میں گولی لگنے سے جاں بحق ہوئے تھے، اس وقت غالب کی عمر پانچ برس تھی۔ غالب کی پرورش اس کے چچا نصر اللہ بیگ خان نے کی۔ وہ مرہٹوں کی طرف سے آگرے کے صوبے دار تھے۔ انگریزوں کی حکومت میں وہ چار سو سواروں کے سپہ سالار تھے۔ ۱۸۰۶ء میں وہ ایک جنگ میں ہاتھی سے گر کر مر گئے۔ غالب اور اس کے بہن بھائیوں کی کفالت ان کے نانا خواجہ حسین (جو آگرہ کے رئیس تھے) نے اپنے ذمہ لی۔ اس دوران حکومت کی طرف سے ان کو 15 سو روپے سالانہ کے حساب سے پنشن بھی ملتی تھی۔ تیرہ برس کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش خان معروف کی صاحبزادی سے ہوئی۔ شادی کے بعد وہ آگرہ سے دہلی آ گئے اور تمام عمر دہلی میں گزاری۔ ان کے ہاں یکے بعد دیگرے سات اولادیں ہوئیں مگر کوئی زندہ نہ بچا۔ بھائی وفات پا گئے تو ان کے بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لی۔ بیوی کے بھانجے زین العابدین خان عارف کو پالا مگر وہ بھی جوانی کی عمر میں چل بسے۔ الغرض

کیوں گردشِ ایام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں کوئی پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

۱۸۵۰ء میں غالب دربارِ دلی سے منسلک ہوئے اور شیخ ابراہیم ذوق کی وفات کے بعد بہادر شاہ ظفر کے استاد بنے، بہادر شاہ نے انہیں نجم الدولہ، دبیر الملک نظام جنگ کے خطابات سے نوازا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد غالب کی زندگی کسمپرسی میں گزری۔ وہ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو فوت ہوئے اور نظام الدین اولیاءؒ کے مزار مبارک کے صحن میں دفن ہوئے۔

تصانیف:۔ دیوان اردو، دیوان فارسی، گل رعنا، مہر نیم روز، پنج آہنگ، دستنبو، قاطع برہان، تیغ تیز، سوالات عبدالکریم، لطائف غیبی، درفش کاویانی، سبد چین، قادر نامہ، نوادرات غالب، عود ہندی، اردوئے معلیٰ، مکاتیب غالب، خطوط غالب ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی:

صفحہ 45۔ مکتوبات (مکتوب کی جمع خط) سرگزشت (کیفیت، کہانی) ناچار (بے بس، مجبور) نواب مصطفیٰ خان (معروف شاعر اور غالب کے دوست) معیاد (مدت) تقصیر (غلطی، قصور، جرم) جہانگیر آباد (ایک قصبہ کا نام جہاں نواب مصطفیٰ خان کی جاگیر تھی) املاک (ملکیت، جائیداد) پنشن (ریٹائرمنٹ کے بعد جو تنخواہ ملازم کو ملتی ہے) ہنوز (فی الحال، ابھی تک) بہ مجرد استماع اس خبر کے (اس خبر کو غور سے سننے کے بعد) ڈاک میں بیٹھ کر (بگھی میں بیٹھ کر) گورے (انگریز، فرنگی) پاسبانی (چوکیداری، نگہبانی، نگرانی) قناعت (اطمینان، تسکین) لاہوری دروازہ (دہلی کے ایک محلے کا نام) مونڈھا (سرکنڈوں کی بنی ہوئی کرسی) بید (کوڑا، چھڑی) مقیم (مکین، رہائش پذیر، اقامت پذیر) جمعدار (سپاہیوں کو جمع کرنے والا، سپاہیوں کا افسر، داروغہ) ٹکٹ (اجازت نامہ) کون بے ٹکٹ مقیم ہے (کون اجازت نامے کے بغیر رہائش پذیر ہے) نقشے مرتب ہوئے (نقشے بنائے گئے، فہرست ترتیب دی گئی) نقشے میں نہ رکھ (فہرست میں شامل نہ کر) اقامت (رہائش) دارومدار (انحصار) کوتوالی (بڑا پولیس اسٹیشن) حکیم پٹیالے والے (حکیم احسن اللہ خان) کالوں کے وقت میں (ہندوستانی حکومت کے دور میں) ممانعت (منع کر دینا، روک دینا) بقدر مقدور (حیثیت کے مطابق، استطاعت کے مطابق) نذرانہ (رشوت، جرمانہ، عطیہ) قرار دینا (مقرر کرنا) مہورت (مبارک گھڑی، اچھا لمحہ) اخراج (باہر نکالنا، خارج کرنا) الملک اللہ والحکم اللہ (ملک بھی اللہ کا ہے اور حاکمیت بھی اللہ کی ہے۔ یعنی اصل اور ہمیشہ رہنے والا

حاکم اللہ ہی ہے باقی سب عارضی ہیں) نور چشم (آنکھوں کی روشنی، آنکھوں کیلئے سکون، مراد ہے بیٹا) میر سرفراز حسین (میر مہدی حسین کے بھائی) برخوردار (بر: حاصل، خور: کھانا، دار: والا، زندگی کا پھل کھانے والا، اقبال مند، نصیب، بیٹا، بیٹی)

صفحہ 46۔ مسودہ (وہ تحریر جس میں اصلاح کی گنجائش ہو) اصلاح (درستی) قصائد (تعریفی اشعار، کسی کی تعریف میں لکھی ہوئی نظم) میرا مکان گھر کا نہیں ہے (میرا ذاتی گھر نہیں ہے) مینہ (بارش، برسات) بالا خانہ (چوبارہ، دوسری منزل، بالائی منزل والا بڑا کمرہ، کھلا کمرہ) محل ہے (جگہ ہے) چھت چھلنی ہوگئی (چھت بوسیدہ ہوکر ٹپکنے لگی) لگن (پرات، ٹب) چلمچی (منہ ہاتھ دھونے کا برتن) اگال دان (پان کی پیک کا برتن، تھوک دان) توشہ خانہ (سٹور، وہ جگہ جہاں سامانِ خانہ داری رہتا ہے) متوجہ نہیں (توجہ نہیں دے رہا) کشتی نوح (حضرت نوحؑ کی بنائی گئی کشتی جس میں بوقت طوفان مومنین نے پناہ حاصل کی) احسن اللہ خاں (بہادر شاہ ظفر کے طبیبِ خاص) معالج (طبیب، علاج کرنے والا) فصد (نشتر لگا کر رگ سے خون نکالنا، یہ طریقہ اُس وقت استعمال کیا جاتا جب خون گندا ہو جاتا) جونک (ایک انسان دوست پیراسائٹ (PARASITE) جو گندا خون نکالنے کے لیے استعمال ہوتی ہے) مسہل (دست لگانے کی دوا) صاحب فراش (وہ بیمار جو بستر سے نہ اُٹھ سکے) تکلف (بناوٹ، تکلیف اٹھا کر کوئی کام کرنا)

مشقی سوالات

سوال 1 مکاتیب غالب پیش نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں

(i) نواب مصطفیٰ خاں رہا ہو کر کس شہر میں گئے؟

(الف) دہلی (ب) لکھنو (ج) بنارس ✓ (د) میرٹھ

(ii) بقول غالب جنوری 1859ء میں شہر میں بلاٹکٹ داخل ہونے پر حاکم سے سزا ملتی تھی۔

✓ (الف) آٹھ دن قید (ب) دس ہفتے قید (ج) بارہ ہفتے قید (د) چودہ ہفتے قید

(iii) حاکم وقت نے حکم دیا:

(الف) شہر کے مکان ڈھانے کا (ب) شہر سے باہر والے مکان ڈھانے کا

✓ (ج) شہر سے باہر مکان ڈھانے اور آئندہ ممانعت کا (د) کوئی مکان نہ ڈھانے کا

(iv) ہر گوپال تفتہ نے برائے اصلاح غالب کو کیا بھیجا تھا؟

(الف) غزلیں (ب) نظمیں ✓ (ج) قصائد (د) مثنویاں

(v) بقول غالب صاحب فراش ہوتے ہوئے وہ مسوّدات کس طرح دیکھتے تھے؟

✓ (الف) لیٹے لیٹے (ب) چلتے پھرتے (ج) کھڑے کھڑے (د) بیٹھے بیٹھے

سوال 2 ''مکاتیب غالب'' کا متن پیش نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں جو تین سطور سے زیادہ نہ ہوں۔

(i) غالب نے میرٹھ کا سفر کیسے طے کیا؟

جواب غالب نے یہ سفر بذریعہ ڈاک گاڑی کیا اور ڈاک گاڑی کے ذریعے دہلی واپس آئے۔

(ii) نواب مصطفیٰ دوست کے ہاں کیوں ٹھہرے؟

جواب نواب صاحب کو رہائی تو مل گئی تھی لیکن ابھی تک جہانگیر آباد کی جاگیر، دلی کی املاک اور پنشن کے بارے میں فیصلہ نہیں ہوا تھا اس لیے دوست کے ہاں میرٹھ میں ٹھہر گئے۔

(iii) 1859ء میں حکمِ حاکم کی بابت غالب نے اپنے شعر میں کیا کہا ہے؟

جواب 1859ء میں جنگِ آزادی کی وجہ سے انگریزوں نے خاص طور پر مسلمانوں کو عتاب کا نشانہ بنایا۔ انھوں نے اپنی اور مقامی انتظامیہ کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے کئی طرح کے حکم نامے جاری کیے۔ غالب نے اپنے شعر میں انہیں حکم ناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(iv) ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں مذکورہ تلمیح کی وضاحت کریں۔

جواب مذکورہ تلمیح میں طوفانِ نوحؑ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو حق کی دعوت دی لیکن ان کی قوم پیغامِ حق کو ٹھکراتی رہی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید بارش اور پانی کے زبردست سیلاب کی صورت میں اس قوم پر عذاب آیا۔ صرف حضرت نوحؑ اور اہلِ ایمان کشتی میں محفوظ رہے۔

سوال 3 الفاظ کے معانی لکھیں اور جملے بنائیں۔

الفاظ	معانی	جملے
سرگزشت	آپ بیتی، داستان، کہانی	لٹے پٹے مسافر نے اپنی سرگزشت سنا کر سب کو رلا دیا۔
اقامت	رُکنا، ٹھہرنا	وہ ان دنوں لاہور میں اقامت رکھتے ہیں۔
فصد	نشتر لگانا، رگ سے خون لینا	معالج نے مریض کے علاج کے لیے فصد تجویز کی ہے۔
مسہل	جلاب آور دوا	نواب صاحب کے لیے مسہل تجویز کی گئی
مسودات	غیر طبع شدہ کتابیں، ابتدائی تحریریں	مرزا غالب لیٹے لیٹے ہی مسودات کی اصلاح کرتے تھے

اہم عبارات کی تشریح

پس منظر:

1857ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے مسلمانوں ہی کو قصور وار ٹھہرایا اور انھوں نے مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کر دی۔ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لیے اُنھوں نے مسلمانوں ہی کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا کہ یہ دوبارہ حکومت حاصل کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ مسلمانوں نے برصغیر پر طویل عرصہ تک حکومت کی تھی۔ ان کے مزاج میں حکمرانی تھی اس لیے انگریز مسلمانوں ہی سے خائف تھے۔ جب کہ ہندوؤں کے مزاج میں محکومی تھی۔ ہندوؤں کو حکومت کی تبدیلی سے کوئی فرق نہ پڑا کیوں کہ ان کے صرف آقا تبدیل ہوئے تھے۔ جب کہ مسلمان زیادہ دُکھ اور اذیت کا شکار ہوئے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی جائیدادیں چھین لیں۔ عہدوں سے برخاست کر دیا۔ ان پر اسلامی تعلیم کے دروازے بند کر دیے۔

مغل دورِ حکومت میں دہلی دار الحکومت تھا۔ انگریزوں نے دہلی کو فتح کیا تو دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کر دیا گیا۔ ان کی جائیدادیں چھین لیں اور انھیں شہر بدر کر دیا گیا۔ اس تباہی کا اثر غالب جیسے حساس شاعر پر زیادہ ہوا۔ غالب کا حلقۂ احباب وسیع تھا۔ دہلی کی تباہی سے اس کی مجلسی زندگی بھی تباہ ہو کر رہ گئی۔ غالب کے دوست دہلی چھوڑ کر دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ جس کی وجہ سے غالب تنہائی کا شکار ہوئے تو انھوں نے جدائیوں کا کرب کم کرنے کے لیے خط و کتابت میں پناہ ڈھونڈ لی اور دوستوں کو خط لکھ کر اپنا غم غلط کرتے تھے۔ مہدی حسین مجروح بھی غالب کے انتہائی قریبی دوست تھے۔ وہ دہلی چھوڑ کر پانی پت چلے گئے۔ غالبؔ نے انھیں یہ خط 2۔ فروری 1859ء کو لکھا تھا۔ جس میں دہلی کی تباہی کے عینی شواہد پیش کیے ہیں۔

(پس منظر زیرِ تشریح خط کی ہر عبارت کی شرح سے قبل لکھا جا سکتا ہے)

عبارت نمبر 1

(سرگودھا بورڈ 13ء)

نہ تم مجرم، نہ میں گنہ گار، تم مجبور، میں ناچار۔ لواب کہانی سنو، میری سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفیٰ خاں بہ میعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے، سو ان کی تقصیر معاف ہوئی اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنسن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا۔ ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرتے ہیں۔ بہ مجرد استماع اس خبر کے، ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا۔ اُن کو دیکھا۔ چار دن وہاں رہا، پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا۔

نوٹ: (جو طلبا ہر عبارت کا الگ سے سیاق وسباق نہیں لکھ سکتے، وہ سبق ہذا میں سے دی گئی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل یہ سیاق وسباق تحریر کر سکتے ہیں)

تشریح طلب اقتباس اُردو کی درسی کتاب کے سبق سے لیا گیا ہے، جو مصنف کی مشہورِ زمانہ مرتبہ کردہ کتاب ''خطوطِ غالب مرتبہ مولانا غلام رسول مہر'' سے منتخب کیا گیا ہے۔ پہلا خط بدھ 2۔ فروری 1859ء کو لکھا گیا جو میر مہدی حسین مجروح کے نام ہے، جب کہ دوسرا خط بروز جمعہ 14۔ اکتوبر 1864ء کو لکھا گیا جو مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام ہے۔ ان دونوں خطوط میں مرزا غالب اپنے ذاتی طرزِ حیات اور طرزِ فکر کا تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں۔

تشریح طلب اقتباس سبق کے............... سے لیا گیا ہے۔ (آغاز۔ درمیان۔ اختتام)

سیاق وسباق:

زیر تشریح عبارت سبق کی پہلی عبارت ہے اس لیے اس کا سیاق نہیں ہے۔

زیر تشریح عبارت کے بعد غالب نے اپنے دوست کو خط کے جواب میں لکھا ہے کہ یہاں دہلی کے حالات بہت خراب ہیں۔ حکومت نے ٹکٹ چھاپ دیئے ہیں کہ جو بھی شہر میں اقامت اختیار کرنا چاہے بقدر مقدور نذرانہ دے۔ جمعدار میرے پاس بھی آیا تھا۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا، نہ گوروں کے زمانے میں نکلا، نہ ہی مجھے نکالا گیا۔ دیکھیے اب شہر کے حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں غالب میر مہدی حسین مجروح کو لکھتے ہیں کہ نہ تم نے کوئی جرم کیا ہے اور نہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔ ہم دونوں کو ناکردہ گناہوں کی سزا کیوں مل رہی ہے۔ جس نے کوئی جرم یا گناہ کیا ہو، اُسے اگر سزا ملے تو دُکھ اور مصیبت کا احساس کم ہوتا ہے۔ جب کہ کسی نے اگر گناہ نہ کیا ہو اور اُسے سزا ملے تو زیادہ غم و آلام کا شکار ہوتا ہے۔ غالب کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے کہ بے گناہی کے باوجود سزا مل رہی ہے کہ غالب اور میر مہدی حسین مجروح دونوں آپس میں ملاقات سے محروم ہیں۔

غالب کہتے ہیں کہ میں بے بس اور لاچار ہوں کہ میں تمھارے پاس پانی پت میں ملاقات کے لیے نہیں آسکتا، کیوں کہ انگریزوں نے دہلی فتح کرنے کے بعد دہلی کے مسلمانوں کو بے پناہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا ہے اور آئے دن مسلمانوں کو اذیت پہنچانے کے لیے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بقول غالب ان کے دوست مہدی حسین مجروح بھی مجبور ہیں کہ وہ دہلی میں ناگہانی حالات کی وجہ سے نہیں آسکتے۔ اس لیے اب ملاقات تو صرف خط کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔ تم پر کیا بیت رہی ہے اور تمھارے حالات سے آگاہی تو بذریعہ خط یا ملاقات ہی ہوگی۔ لو اب میری کہانی میری زبانی سن لو کہ مجھے اور مجھ جیسے دیگر مسلمانوں کو کیا کیا سزائیں مل رہی ہیں۔

غالب، میر مہدی حسین مجروح کو اپنے مشترکہ دوست نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ انگریزوں نے اُنھیں سات سال کی قید کا حکم سنایا۔ انگریزوں نے نواب صاحب پر الزام عائد کیا تھا کہ اُنھوں نے جنگ آزادی میں باغیوں کی

مدد کی تھی۔ چناں چہ انگریزوں نے بغاوت کے شبہ میں نواب صاحب کو سات سال کی قید بھی سنائی۔ اس کے علاوہ جاگیر اور دہلی کی املاک بھی ضبط کرلیں۔ چناں چہ انگریزوں نے مولانا نواب صدیق حسن خان کی سفارش پر نواب صاحب کی غلطی معاف کردی ہے اور 20 فروری 1858ء کو رہائی کا حکم بھی سنا دیا گیا۔ امیر مینائی کہتے ہیں:

بات رکھ لی مرے قاتل نے گناہ گاروں میں
اس گناہ پر مجھے مارا کہ گناہ گار نہ تھا

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نواب مرتضیٰ خان کے بیٹے تھے۔ انھیں لارڈ لیک نے جہانگیر آباد کا علاقہ بطور جاگیر دیا تھا۔ جاگیر، دہلی کی جائیداد اور پنشن کے بارے میں ابھی حکم نہیں ہوا تھا۔ حالاں کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب نواب صاحب کی بے گناہی ثابت ہوچکی تھی تو ان کی جاگیر، جائیداد اور پنشن بحال کردینی چاہیے تھی۔ لیکن انگریزوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے نواب صاحب تاحکم ثانی میرٹھ میں ایک دوست کے پاس ٹھہر گئے۔ تاکہ جائیداد، جاگیر اور پنشن کا فیصلہ ہوجائے تب واپس آئیں۔ غالب بتا رہے ہیں کہ رہائی کی خبر سننے کے بعد میں بگھی میں بیٹھ کر نواب صاحب کے پاس گیا۔ اُن سے ملاقات ہوئی، چار دن میرٹھ میں ہی قیام کیا۔ پھر بگھی میں بیٹھ کر واپس اپنے گھر آگیا۔ غالب نے میر مہدی حسین مجروح کو نواب صاحب کی مصیبتوں اور پریشانیوں کے بارے میں بتایا ہے کہ انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر انھیں کے ملک میں انھیں غلام بنایا۔ بقول شاعر:

نہ خودر ہے، نہ حکومت رہی مسلماں کی
کہانی ہوگئی وہ سلطنت پرستاں کی

امام ابوحنیفہؒ کا فرمان مبارک ہے کہ:

''مصائب برداشت کرو کیوں کہ یہ تمھارے گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں''

عبارت نمبر 2:

(فیصل آباد بورڈ 2010ء)

میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے۔ لاہوری دروازے کا تھانے دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے، اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے۔ حاکم کے ہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپے جرمانہ لیا جاتا ہے۔ آٹھ دن قید رہتا ہے۔ اس کے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو، کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے۔ تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے۔ یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی، تو مجھے نقشے میں نہ رکھ، میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔

سیاق وسباق:

زیر تشریح عبارت سے پہلے غالب نے اپنے دوست میر مہدی حسین مجروح کو نواب مصطفیٰ خان کے بارے میں بتایا ہے کہ اُن کو رہائی مل گئی ہے، البتہ ابھی ان کی جاگیر اور املاک کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لیے میرٹھ میں دوست کے ہاں قیام پذیر ہیں۔ میں بھی ڈاک میں بیٹھ کر گیا تھا اور ان سے مل کر آیا ہوں۔ تمھارے خط کا انتظار تھا۔ اب موصول ہوا ہے اس لیے جواب لکھ رہا ہوں۔

زیر تشریح عبارت کے بعد غالب اپنے دوست کو بتاتے ہیں کہ جمعدار میرے پاس بھی آیا تھا۔ میں نے جمعدار کو بتا دیا کہ نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا، نہ مجھے گوروں کے زمانے میں شہر سے نکالا گیا اور نہ ہی میں نکلا۔ لیکن اب حاکم وقت کی مرضی ہے۔ اب باقاعدہ ٹکٹ بھی چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور نذرانہ دے، ورنہ اُسے شہر میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ دیکھیے دہلی شہر کے بسنے کی کب مبارک گھڑی آئے گی۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں غالب اپنے دوست میر مہدی حسین مجروح کو میرٹھ سے واپسی پر دہلی کے حالات کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کردی ہے۔ دراصل فتح دہلی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنے

انتقام کا نشانہ بنایا۔ ان کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا گیا، ان کی املاک جلا ڈالیں۔ ملازمتوں سے محروم کر دیا اور اسلامی تعلیم کے دروازے بند کر دیے۔ مساجد میں اذان دینے اور خطبہ دینے پر پابندی عائد کر دی۔ ان کے اپنے ہی شہر دہلی میں داخلہ پر پابندی لگا دی، چناں چہ انگریزوں نے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے ہر وہ ظلم روا رکھا جو وہ رکھ سکتے تھے۔

غالب اپنے دوست کو مزید بتا رہے ہیں کہ دہلی شہر کا محاصرہ کیا گیا ہے۔ بغیر اجازت نامہ حاصل کیے مسلمانوں کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ دہلی شہر کی فصیل سے انگریز فوج کڑی نگرانی کر رہی ہے۔ مسلمانوں سے بڑی سخت تفتیش کی جاتی ہے۔ شہر کے راستوں پر انگریزوں نے پہرے بٹھا دیے ہیں، کہ مسلمانوں پر کڑی نظر رکھی جا سکے اور شہر کی فصیل کی اندرونی جانب پولیس اہلکاروں کو تعینات کیا گیا ہے۔ پولیس کا تعلق مقامی آبادی سے ہے اور وہ انگریزوں کے ایماء پر اپنے ہی بھائی بندوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اگر کوئی انگریز فوج سے بچ بچا کر شہر میں داخل ہو جاتا ہے، تو اُسے قانون شکنی کی پاداش میں سزا دی جاتی ہے۔

چناں چہ غالب بھی جب میرٹھ میں نواب مصطفیٰ شیفتہ سے ملاقات کر کے واپس آئے تو انگریزی فوج اور مقامی پولیس نے اپنے ظلم و جبر میں شدت کی ہوئی تھی۔ انگریز فوج کے ظلم و ستم کم نہ تھے۔ لاہوری دروازے کا تھانیدار بھی سرکنڈوں کی بنی ہوئی کرسی پر سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا تھا۔ جو مسلمان انگریزوں سے نظر بچا کر شہر میں داخل ہوتا تو لاہوری دروازے کا تھانیدار اسے گرفتار کر لیتا اور پوچھ گچھ کے بعد حوالات میں بند کر دیتا۔ جہاں اُسے انگریز حاکم کے حکم پر پانچ پانچ کوڑے مارے جاتے۔ ورنہ اُس سے دو روپے جرمانہ وصول کیا جاتا اور آٹھ دن قید میں رکھا جاتا ہے تب اُسے رہا کیا جاتا ہے۔ چناں چہ انگریزوں نے مقامی آبادی کو دبانے اور اذیت دینے کے لیے کڑے قوانین وضع کیے ہوئے ہیں۔ بقول شاعر:

قانون بھی اُن کا ہے، عدالت بھی انھی کی ؎ تعزیر سنا دیتے ہیں تکرار سے پہلے

غالب مزید بتا رہے ہیں کہ اس کے علاوہ انگریزوں نے تھانوں کو یہ احکامات جاری کیے ہیں کہ وہ فہرستیں تیار کریں کہ کون ٹکٹ یا اجازت نامہ کے بغیر رہائش پذیر ہے اور کون ٹکٹ لے کر مقیم ہے۔ تھانوں میں باقاعدہ نقشے اور فہرستیں تیار ہو رہی ہیں۔ یہ اُن کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے جنھوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ بغیر پوچھے پھانسی چڑھا دیا جاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے اور مسلمان بے بسی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔

اور مسلمانوں کا بلا جواز بے دریغ خون بہایا جا رہا ہے۔ ایک اور شاعر نے بھی انگریزوں کی مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ کارروائیوں کو یوں قلم بند کیا ہے۔

مسلمانوں کے خون سے اپنے دل کو شاد رکھتا ہے ؎ وہ آئے دن نیا ستم کوئی ایجاد کرتا ہے

غالب مکتوب الیہ کو بتا رہے ہیں کہ یہاں کا جمعدار یعنی سپاہیوں کا افسر میرے پاس بھی آیا تھا اور مجھ سے بھی ٹکٹ کا مطالبہ کر رہا تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ بھائی مجھے ٹکٹ والے نقشے میں نہ رکھ، میں یہاں کا قدیمی رہائشی ہوں۔ میرے حالات کا الگ اندراج کرو۔ جس کی عبارت کچھ یوں ہے کہ اسد اللہ خان پنشن دار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے۔ اور کرنل برون صاحب بہادر کے زبانی حکم پر اس کی اقامت کا مدار ہے۔ غالب بتا رہے ہیں کہ پرسوں یہ عبارت جمعدار نے محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی بھیج دی ہے۔ چناں چہ غالب جیسا ہندوستان گیر شہرت کا مالک شاعر بھی انگریزوں کی تفتیش سے نہ بچ سکا۔

عبارت نمبر 3: (راولپنڈی بورڈ 2013ء)

کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان دکان کیوں بناتے ہیں؟ جو مکان بن چکے ہیں انھیں ڈھا دو اور آئندہ کی ممانعت کا حکم سنا دو اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے، بقدر مقدور نذرانہ دے۔ اس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے۔ روپیہ دے اور ٹکٹ لے۔ گھر برباد ہو جائے، آپ شہر میں آباد ہو جائے۔ آج تک یہ صورت ہے۔ دیکھیے شہر کے بسنے کی کون مہورت ہے؟ جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں، وہ شہر میں آتے ہیں؟ الملک للہ والحکم للہ۔

سیاق وسباق:

زیرتشریح عبارت سے پہلے غالب نے اپنے دوست کونواب مصطفیٰ خان کی رہائی کی اطلاع دی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ میں بھی ان سے مل کر آیا ہوں۔ انھوں نے اپنے دوست کو دہلی کے حالات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہاں لاہوری دروازے کا تھانیدار مونڈھا بچھا کر بیٹھا ہوا ہے، جو باہر سے گورے کی آنکھ سے بچ کر آتا ہے، اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے۔ حاکم کے ہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپے جرمانہ لیا جاتا ہے۔ جمعدار میرے پاس بھی آیا تھا میں نے جمعدار کو لکھوا دیا کہ نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا، نہ گوروں کے زمانے میں نکلا اور نہ نکالا گیا۔

زیرتشریح عبارت سبق کی آخری عبارت ہے اس لیے اس کا سباق نہیں ہے۔

تشریح:

زیرتشریح عبارت میں غالب اپنے دوست کو انگریزوں کی سخت انتقامی کارروائیوں سے آگاہ کر رہے ہیں کہ انگریز مقامی مسلمانوں کو کچلنے کے لیے ظلم کے تمام حربے بروئے کار لا رہے ہیں اور مسلمانوں کو ہر لحاظ سے پامال کرنے کے لیے نت نئے اور کڑے سے کڑے قوانین بنائے جاتے ہیں۔ دراصل انگریز تاجر بن کر آئے تھے اور اپنی منافقانہ روش سے برصغیر پر قابض ہو گئے۔ کیوں کہ انھوں نے برصغیر پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا اس لیے انھوں نے طاقت، دھوکہ فریب، ریاکاری اور سفاکی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا تاکہ یہ دوبارہ حکومت حاصل کرنے کے قابل نہ رہیں۔

انگریز 19 ستمبر 1857ء کو دہلی پر قابض ہوئے۔ انگریزی حکومت نے شارع عام پر پھانسی گھر بنائے۔ پانچ پانچ چھ چھ افراد کو روزانہ سزائے موت دی جاتی۔ ایک ہفتے میں تین ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی گئی۔ ستائیس ہزار مسلمان شہید کیے گئے۔ سات دن تک برابر قتل عام جاری رہا۔ زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر گرم تیل میں ڈالا گیا۔ فتح پوری مسجد سے لے کر قلعہ کے دروازے تک مسلمانوں کی لاشوں کو درختوں کی شاخوں پر لٹکایا گیا۔ جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑے باندھے گئے۔ عبادت گاہوں کی جگہ دفاتر قائم کیے گئے۔ وضو کی جگہ گھوڑوں کی لید ڈالی گئی۔

چناں چہ مسلمان انگریزوں کی سخت انتقامی کارروائیوں سے تنگ آ کر دہلی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے سر چھپانے کے لیے دہلی کے گردونواح میں جھونپڑے اور کچے مکان وغیرہ بنانے شروع کر دیئے۔ انگریز حکومت کی ابھی انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی، اُنھوں نے مسلمانوں کے مکانات کو گرانے کا حکم دے دیا۔ ایک شاعر نے بھی اُس دور کی عکاسی کچھ یوں کی ہے:

چھن گیا امن وسکون سب دربدر ہونے لگے　　　حادثے اپنے وطن میں کس قدر ہونے لگے

انگریزوں نے سفاکی کا یہ ثبوت دیا کہ اُنھوں نے مسلمانوں کو مکانات کی تعمیر سے منع کر دیا۔ یہ غیر انسانی رویہ اور سراسر ناانصافی تھی کہ مخلوق خدا سے سر چھپانے کا سہارا بھی چھین لیا جائے۔

انگریزوں نے مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کر دی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی اپنے گھر میں واپس آنا چاہتا تو انگریزوں سے اجازت نامہ لے کر آ سکتا تھا۔ مجسٹریٹ اجرٹن کی جانب سے پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے۔ یہ ٹکٹ یعنی اجازت نامے جرمانہ ادا کرنے کے بعد دیئے جاتے تھے۔ جرمانے کا تعین کرنا شہر کے فوجی گورنر کرنل برن کا کام تھا۔ مسلمان کرنل برن کے سامنے پیش ہوتا۔ کرنل برن تحریری حلف نامہ لیتا کہ وہ انگریز حکومت کا وفادار رہے گا۔ مسلمان مجاہدین کی حمایت یا پناہ نہیں دے گا اور آزادی کی تحریکوں میں بھی حصہ نہیں لے گا۔ تب کہیں مسلمان کو دوبارہ اپنے گھر میں رہنے کی اجازت ملتی تھی۔

غالب بڑی دردمندی سے کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ یہ عجب روش اختیار کی ہوئی ہے کہ مسلمان کے پاس جو جمع پونجی ہے کرنل برن اس کے مطابق اُس پر جرمانہ عائد کر کے رقم ہتھیا لیتا ہے۔ تب کہیں جا کر اُسے اپنے شہر میں رہنے

کی اجازت ملتی ہے۔ گھر پیسے سے چلتے ہیں، یہ عجیب بات کہ روپے ادا کر کے بندہ خود کنگال ہو جائے اور شہر میں آباد ہو جائے۔

غالب بڑی حسرت اور افسوس سے کہتے ہیں کہ آج تک یہی دگرگوں اور نامساعد حالات ہیں۔ پتا نہیں کہ وہ مبارک گھڑی کب آئے گی کہ گھر مکینوں سے آباد ہوں گے، اسی طرح کوئی پتا نہیں کہ جو شہر میں مسلمان آباد ہیں انھیں کب شہر بدر کیا جائے۔ بقول بشیر بدر

لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے سے　　　تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے سے

عبارت نمبر 4: (گوجرانوالہ بورڈ 2012ء)

تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں، مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمھارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں۔ برسات کا حال تمھیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرایے کی حویلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا۔ شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت، دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلیں۔ بالا خانے کا جو دالان میرے اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، جینے مرنے کا محل ہے، اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہوگئی۔ کہیں لگن، کہیں چلمچی، کہیں اُگالدان رکھ دیا۔ قلمدان، کتابیں اٹھا کر توشے خانے کی کوٹھڑی میں رکھ دیے۔ مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں۔ کشتیِ نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی۔ نواب صاحب کی غزلیں اور تمھارے قصائد دیکھے جائیں گے۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح عبارت غالب کے خط کی پہلی عبارت ہے۔ اس لیے اس کا سیاق نہیں ہے۔

زیرِ تشریح عبارت کے بعد مصنف اپنے دوست مرزا ہر گوپال تفتہ کو لکھتے ہیں کہ مجھے میر بادشاہ سے تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی تھی۔ نواب مصطفیٰ خان بھی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی طبیعت خراب ہے اور زیرِ علاج ہیں۔ میں بھی بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آ جائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں، ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں اور لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں غالب نے اپنے دوست اور چہیتے شاگرد مرزا ہر گوپال تفتہ کے خط کا جواب دیا ہے۔ مرزا تفتہ نے غالب کے پاس اصلاح و درستی کی خاطر قصائد کا مسودہ بھجوایا تھا۔ لیکن غالب اپنی گوناگوں مصروفیات اور مسلسل برسات کی وجہ سے بروقت اصلاح کر کے نہ بھجوا سکے۔ جس کی وجہ سے مرزا تفتہ نے خط میں شکوہ کیا ہے کہ شاید آپ کے پاس بہت سے لوگوں کے مسودے آئے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے میرے قصائد کی اصلاح نہیں کی۔ مرزا تفتہ کا شکوہ بجا ہے کیوں کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ غالب نے اتنی تاخیر کی ہو۔ مرزا تفتہ نے تاخیر پر شکوہ کیا ہے اور شکوہ وہیں کیا جاتا ہے جہاں توقع ہوتی ہے۔

غالب برصغیر کے اُردو اور فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے اور برصغیر میں ان کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ غالب ہندوستان گیر شہرت کے مالک تھے۔ اور ان کی اصلاح کا معیار بھی بہت اعلیٰ تھا۔ اس لیے دور دراز سے ان کے شاگرد اصلاح کے لیے اپنی شاعری بھجوایا کرتے تھے اور غالب بلا تاخیر اصلاح کر کے بھجوا دیا کرتے تھے۔ چناں چہ غالب مرزا تفتہ کا یہ شکوہ تو تسلیم کر لیتے ہیں کہ ان کے پاس بہت سے لوگوں کی تحریریں اصلاح کے واسطے آئی ہوئی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا کہ صرف تمھارے قصیدے ہی برائے اصلاح پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد غالب نے اپنی بیوی کے چچا زاد بھائی نواب ضیاء الدین خان نیر کا حوالہ دیا ہے کہ ان کی غزلیں بھی اصلاح کر کے نہیں بھجوا سکا، وہ بھی ویسے ہی رکھی ہیں۔ غالب نے اپنے قریبی عزیز نواب صاحب کا حوالہ اس لیے دیا ہے کہ مرزا تفتہ کے دل میں جو غالب کی طرف سے ملال پیدا ہوا ہے۔ اس کا تاثر ختم کر سکیں۔

مرزا تفتہ کے قصائد کی اصلاح بروقت کیوں نہ ہو سکی۔ اس کی وجہ غالب تفصیل سے بتا رہے ہیں کہ برسات مسلسل ہو رہی ہے۔ اس کا تمھیں بھی علم ہے۔ ہندوستان میں جولائی 1864ء میں موسلا دھار بارشیں ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے سینکڑوں مکانات برسات کی نذر ہو گئے تھے۔ غالب بھی اپنے مکان کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ ان کا مکان ذاتی نہیں ہے بلکہ کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور مالک مکان اصلاح کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ پھر غالب بارش کا حال بیان کرتے ہیں کہ بارش کی وجہ سے شہر میں سینکڑوں مکان مسمار ہو گئے ہیں۔ بارش کی حالیہ کیفیت یہ ہے کہ دن رات میں دو چار بار ضرور برستی ہے اور ہر دفعہ اتنی زوردار بارش ہوتی ہے کہ ندی نالے بہ نکلتے ہیں۔ ہر طرف پانی کی وجہ سے جل تھل ہو جاتا ہے۔ حدِ نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیتا ہے۔

بارش کی وجہ سے غالب کا مکان بھی متاثر ہوا ہے بتاتے ہیں کہ میرے دو منزلہ مکان کی بالائی چھت یعنی چوبارہ کا دالان ہی میرے اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، جینے مرنے کی جگہ ہے۔ وہیں اپنے معمولات نمٹاتا ہوں اگرچہ یہ کمرا گرا نہیں ہے، لیکن چھت میں مختلف جگہوں پر سوراخ ہو گئے ہیں۔ جسے غالب نے چھلنی سے تشبیہہ دی ہے جس سے پانی مسلسل ٹپکتا رہتا ہے۔ اس کا بندوبست یہ کیا ہے کہ جہاں جہاں پانی ٹپکتا ہے وہاں گھر میں استعمال کے برتن رکھ دیے ہیں۔ کہیں پرات رکھ دی ہے۔ کہیں ہاتھ منھ دھونے کا برتن، تو کہیں تھوک دان رکھ دیا ہے۔ جب برتنوں میں چھت سے ٹپکنے والا پانی جمع ہو جاتا ہے تو اسے اُٹھا کر باہر پھینک دیتا ہوں، اس لیے میں نے لکھنے پڑھنے کے لوازمات، قلم رکھنے والا ڈبہ اور کتابیں وغیرہ اُٹھا کر سٹور میں رکھ دیے ہیں۔ مکان کے مالک نے مکان کی مرمت سے خاصی لاپروائی برتی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے طویل اور مسلسل بارش کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے نوحؑ کی کشتی میں تین ماہ سوار رہا ہوں۔

غالب نے اپنی بات کی وضاحت کے لیے کشتیِ نوحؑ کی تلمیح استعمال کی ہے۔ حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کے مقرب پیغمبر تھے۔ انھوں نے تقریباً ساڑھے نو سو سال تک اپنی سرکش و نافرمان بت پرست قوم کو تبلیغ کی، صرف اسی یا بیاسی لوگ مسلمان ہوئے۔ نوحؑ جب قوم سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے عذاب کے لیے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قومِ نوحؑ پر سیلاب کا عذاب آیا۔ زمین بھی پانی اُبل رہی تھی اور آسمان سے بھی پانی برس رہا تھا۔ نوحؑ کی بیوی اور بیٹا کنعان بھی غرق ہو گئے۔ یہ کشتی نوحؑ نے اللہ کے حکم سے بنائی تھی۔ اہلِ ایمان کے ساتھ نوحؑ بھی اس کشتی میں سوار ہو گئے۔ اللہ کے حکم سے کشتی کی تمام مخلوق محفوظ رہی۔ اس کے علاوہ دنیا کی تمام مخلوق عذاب کی نذر ہو گئی۔ کشتی کے تین حصے بنائے گئے تھے۔ ایک میں انسان تھے۔ دوسرے حصے میں جانور اور تیسرے حصے میں پرندے تھے۔ کشتی تقریباً تین ماہ تیرتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا چلائی جس سے تمام پانی خشک ہو گیا۔ جو اہلِ ایمان بچ گئے تھے انھی افراد سے دنیا کا سلسلہ رواں دواں ہوا۔ اسی وجہ سے نوحؑ کو آدمِ ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ غالب مرزا تفتہ کو بتاتے ہیں کہ تین ماہ مسلسل بارش ہونے کے بعد اب نجات ملی ہے۔ چناں چہ اب نواب ضیاء الدین خان نیر اور تمھارے قصیدے دیکھوں گا۔

عبارت نمبر 5:

پرسوں سے نواب مصطفیٰ خاں صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ایک ملاقات ان سے ہوئی ہے۔ ابھی یہیں رہیں گے، بیمار ہیں، احسن اللہ خاں معالج ہیں، فصد ہو چکی ہے، جونکیں لگ چکی ہیں، اب مسہل کی فکر ہے، سو اس کے سب طرح کی خیر و عافیت ہے۔ میں ناتواں بہت ہو گیا ہوں، گویا صاحبِ فراش ہوں۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آ جائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں، ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں، لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح عبارت سے پہلے غالب اپنے دوست کو لکھتے ہیں کہ تمھارے قصائد ابھی اصلاح کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا کہ صرف تمھارے قصائد ہی پڑے ہیں، نواب صاحب کی غزلیں بھی ابھی یوں ہی دھری ہوئی ہیں۔

چوں کہ برسات ایک عرصہ سے شروع ہے اور میرے گھر کا حال تو تمھیں معلوم ہی ہے۔ جگہ جگہ چھت میں سوراخ ہوگئے ہیں۔ جن کی وجہ سے بارش کا پانی بہہ کر کمروں میں آجاتا ہے۔ میں نے تمام کتابیں اٹھا کر سٹور میں رکھ دی ہیں۔ کچھ بارش سے نجات ملی ہے، اب اصلاح کا کام کروں گا۔

زیرِ تشریح عبارت خط کی آخری عبارت ہے اس لیے اس کا سباق نہیں ہے۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں غالب نے اپنے دوست مرزا ہرگوپال تفتہ کو نواب مصطفیٰ خان کی آمد کی اطلاع دی ہے۔ غالب کا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور خاص طور پر مسلمانوں کو بہت زیادہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان دہلی چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور غالب کی مجلسی زندگی بھی تباہ ہوگئی اور ان کے دوست احباب دوسرے علاقوں میں منتقل ہوگئے۔ اب غالب کے پاس جدائیوں کا غم غلط کرنے کے لیے واحد سہارا خطوط کا رہ گیا تھا۔

غالب نے برصغیر اور خاص طور پر دہلی کے چشم دید واقعات دوستوں کو من وعن لکھے ہیں۔ چناں چہ غالب کے خطوط دو حیثیتوں سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک ادبی لحاظ سے کیوں کہ غالب سے قبل اُردو نثر میں بڑی بھاری، ثقیل، مسجع ومقفی عبارت آرائی کا التزام کیا جاتا تھا۔ غالب نے نثر میں سادہ نویسی کو رواج دیا۔ دوسری غالب کے خطوط کی تاریخی حیثیت ہے۔ غالب نے اپنے دور کے حالات وواقعات کو ہو بہو تحریر کیا ہے۔ کسی مبالغہ آرائی کا سہارا نہیں لیا۔ غالب اپنے دوست احباب کو زندگی کا ناگزیر حصہ سمجھتے تھے۔ اس لیے معمولی سے معمولی بات سے بھی آگاہ کیا ہے۔

اس عبارت میں بھی غالب نے مرزا تفتہ کو نواب صاحب کے بارے میں اطلاع دی ہے کہ وہ بیمار ہیں اور دہلی میں علاج کرانے کی غرض سے آئے ہوئے ہیں۔ اُن سے ایک ملاقات ہوئی ہے، جس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب ابھی دہلی ہی میں قیام کریں گے۔ حکیم احسن اللہ خان ان کے طبیب خاص ہیں۔ 1852ء سے قبل بہادر شاہ ظفر کے بھی طبیب رہے تھے۔ انھوں نے نواب صاحب کو نشتر لگا کر رگوں سے خون نکالا اور پھر جسم کا فاسد خون چوسنے کے لیے جونکیں لگائی ہیں۔ پرانے زمانے میں حکما نے اس طریقہ علاج کو کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ خاص طور پر جوڑوں کے درد کے مریض اس طریقہ علاج سے شفایاب ہوتے تھے۔ حکما مریضوں کے علاج کا آغاز کرنے سے پہلے جلاب آور دوا دیا کرتے تا کہ معدہ سے فاسد مواد خارج ہو جائے۔ حکیموں کا خیال تھا کہ معدہ کی صفائی کے بعد دوا زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

غالب بتا رہے ہیں کہ نواب صاحب کو بھی جلاب آور دوا دی جاچکی ہے۔ اب اس بات کی فکر ہے کہ معدہ کی صفائی کب ہوتی ہے۔ نواب صاحب کی وجہ سے غالب متفکر ہیں۔ غالب کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ ہر طرح سے خیر وعافیت ہے۔ غالب بتاتے ہیں کہ وہ کمزور بہت ہوگئے ہیں۔ کیوں کہ بڑھاپا غالب پر غالب آگیا ہے۔ بڑھاپا بھی اپنے اثرات دکھاتا ہے۔ بڑھاپا جوانی کا جوش وجذبہ، رعنائی وشگفتگی، طاقت، ہمت اور بےخودی وخود فراموشی سب کچھ چھین لیتا ہے۔ ایک تو غالب کو بڑھاپے نے نڈھال کر دیا ہے۔ بقول فورڈ جیمس:

"ہر خرابی کا تدارک ہوسکتا ہے لیکن بڑھاپے کا کوئی تدارک نہیں"

دوسری وجہ یہ کہ بیمار ہونے کی وجہ سے بستر پر پڑے رہتے ہیں۔ کوئی نیا شخص یا پُرتکلف ملاقاتی آئے تو اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ ورنہ بستر پر پڑے رہتے ہیں۔ مذکورہ خط بھی غالب نے بستر پر لیٹے ہوئے تحریر کیا ہے اور لیٹے لیٹے لوگوں کی برائے اصلاح آئی ہوئی تحریریں دیکھتے رہتے ہیں۔ چناں چہ یہ غالب کی ہمت ہے کہ بیماری اور بڑھاپے کے باوجود دوست احباب کے خطوط کا جواب بھی لکھتے اور اُن کی نثر اور شاعری کی اصلاح بھی کرتے تھے۔